شاہ نیازؒ کا فارسی کلام۔ ترجمہ وتشریحات

از

ڈاکٹر میرزا اختیار حسین کیفؔ نیازی

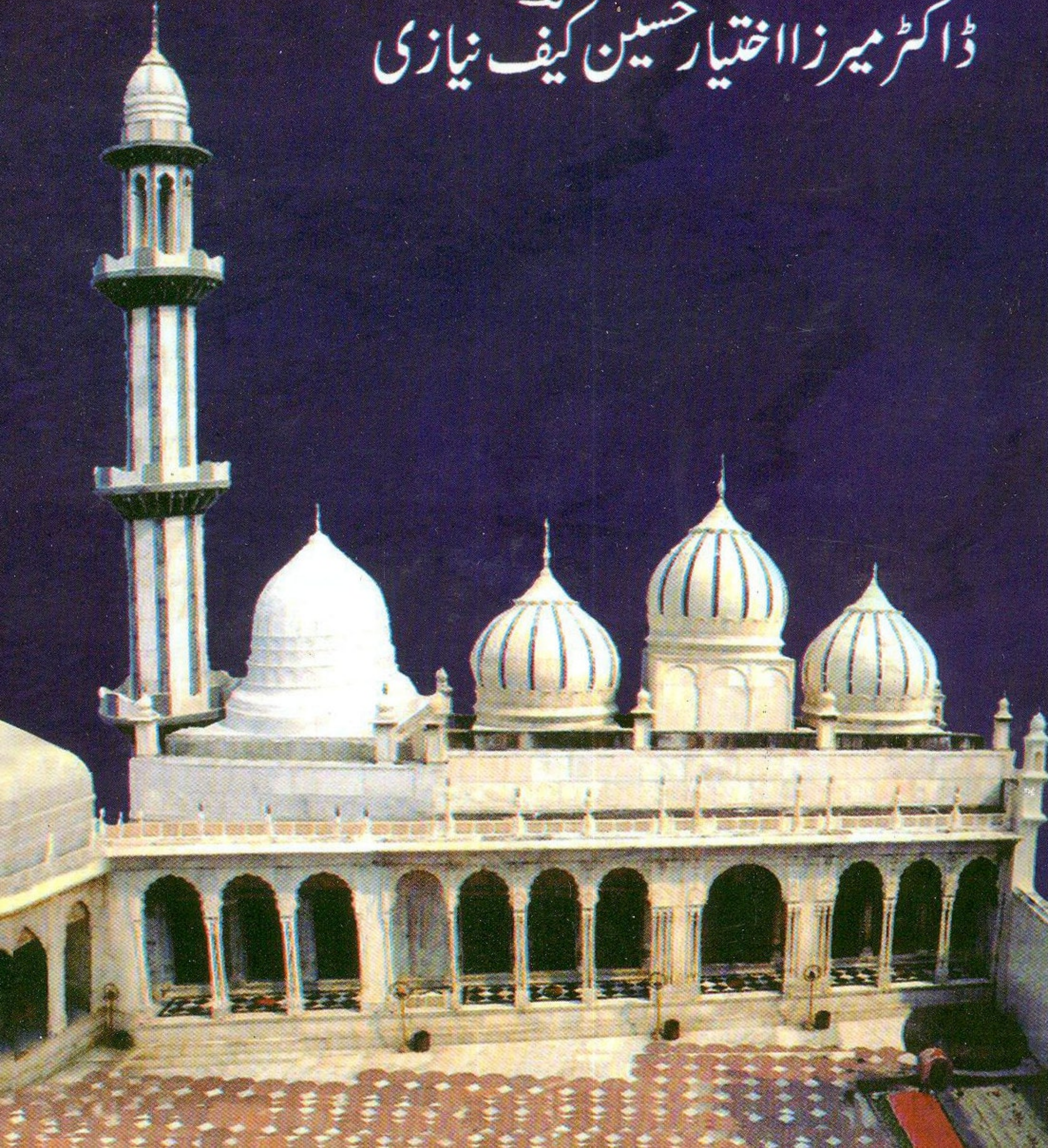

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب .... شاہ نیازؒ کا فارسی کلام- ترجمہ وتشریحات

اشاعت اول .... ۲۰۰۳ء - ۱۴۲۳ھ

اشاعت دوم .... ۲۰۰۷ء-۱۴۲۸ھ (ضروری ترامیم کے ساتھ)

تعداد ۵۰۰

کمپوزنگ .... احمد گرافکس، کراچی

طباعت .... ویلکم بک پورٹ، کراچی

سرِ ورق .... جمیل الدین قریشی

ہدیہ .... Rs 240/- روپے

ملنے کا پتہ .... (۱) ویلکم بک پورٹ، اردو بازار، کراچی۔

(۲) مکتبۂ رضویہ، گاڑی کھاتہ، کراچی۔

(۳) نظامی کتب خانہ، باباصاحبؒ بازار، پاک پتن۔

انتساب

میں اپنی اس کاوش کو حق آ گاہ حضرت شاہ محمد حسنین عرف حسنی میاں ادام اللہ فیوضہ و برکاتہ سجادہ نشین خانقاہ عالیہ نیازیہ بریلی کے نامِ نامی اسم گرامی سے معنون کرنے کا اعزاز حاصل کرتا ہوں

ع شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

گر چہ از نیکاں نیم خودرا بہ نیکاں بستہ ام
در ریاض آفرینش رشتہ گلدستہ ام

احقر

مؤلف

☆ فہرست ☆

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	ابتدائیہ	۷
۲	مختصر سوانحی خاکہ	۱۴
۳	حضرت شاہ نیاز بے نیازؒ کی شاعری	۱۶
۴	مناجات۔ الٰہی بحقِ نبیؐ انام	۱۹
	مثنوی۔	
۵	یارِ من با کمال رعنائی	۲۹
	حمد	
۶	ای غنی ذاتِ تو از اقرار و از انکارِ ما	۴۱
۷	ای نہاں در کنجِ غیب از دیدۂ ابصارِ ما	۴۵
	حمد در نعت	
۸	خود تجلی کرد بر خود آں بتِ عیارِ ما	۴۷
	نعت	
۹	دلا خاکِ رہ کوئے محمدؐ شو محمدؐ شو	۵۱
۱۰	زہے عزّ و علائے منتہائے اوجِ انسانی	۵۳
	منقبت	
	حضرت صدیقِ اکبرؓ	
۱۱	امیر المومنین صدیقِ اکبرؓ	۵۶
	حضرت علیؓ	
۱۲	زہے عزّ و جلال بوتراب فخر انسانے	۵۷
	سیّدنا امام حسینؓ	
۱۳	ای دل بگیر دامنِ سلطانِ اولیا	۵۹
	حضرت غوث الاعظمؓ	
۱۴	بدہ دستِ یقیں ای دل بدست شاہ جیلانیؓ	۶۱
	حضرت خواجہ غریب نواز	
۱۵	خواجۂ خواجگاں معین الدینؒ	۶۸
	حضرت نظام الدین اولیاءؒ	
۱۶	دلا دستِ طلب بکشا بدرگاہ شہنشاہے	۷۱
	مولانا فخر الدین دہلویؒ	
۱۷	مریدِ پیر مغانم دگر نمیدانم	۷۳
	غزلیات	
۱۸	بہ بُستانِ تجلّی گلعذارے کردہ ام پیدا	۷۵
۱۹	بملکِ ہستی خود شہریارے کردہ ام پیدا	۷۶
۲۰	امشب آنست کہ ز حلقہ جہاں بر درِ ما	۷۸
۲۱	دے پائے بندِ دینِ مجازی بُدیم ما	۸۰
۲۲	دینِ مغاں گرفتہ و خوش کافریم ما	۸۱
۲۳	بمرآتِ جہاں بنمود جاناں روئے زیبارا	۸۳
۲۴	الا یا ایُّہا الساقی بنوشاں جام می مارا	۸۵
۲۵	بیا ای ساقیِ زیبا و پُر کن جامِ صہبارا	۸۶

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۲۶	بس جامۂ خوں کشتۂ شمشیر جفارا	۸۷	۴۸	انچہ با بادہ کشاں ساغر صہبا میکرد	۱۲۴
۲۷	عشقت آنست کز و نام و نشانم باقیست	۸۹	۴۹	دلِ ما انچہ ز اغیار تمنا میکرد	۱۲۵
۲۸	رفتم اندر تۂ خاک انسِ بتانم باقیست	۹۰	۵۰	ای کاشکے ز تلخیٔ ہجرم رہا کنند	۱۲۷
۲۹	خیالِ دوست در دل آنچنانست	۹۱	۵۱	وای بر غلطیدۂ در خون کہ قاتل بگذرد	۱۲۸
۳۰	یار ما را ہر زمان نام و نشانے دیگرست	۹۴	۵۲	گر شبے آن ماہ تابانے بہ محفل بگذرد	۱۲۹
۳۱	وی کہ صانعِ تقدیرِ طینتم بسرشت	۹۶	۵۳	بسنت ـ بسنت آمد و گلدستۂ بہار آورد	۱۳۰
۳۲	رقصم از نغمۂ ترانۂ اوست	۹۷	۵۴	صورتم پستست لیکن معنی دارم بلند	۱۳۶
۳۳	حُسن روئے ہر پری عکسِ حسنِ روئے اوست	۱۰۰	۵۵	دارم اے عشق ز تو منت و احسانے چند	۱۳۸
۳۴	جانِ عالم در کمند حلقۂ گیسوئے اوست	۱۰۱	۵۶	نیست تنہا بغمت نالہ و افغانے چند	۱۳۹
۳۵	ذاتِ حق خورشید و این اعیان اور ذات اوست	۱۰۲	۵۷	نیست در کوئی تو تنہا سرِ قربانے چند	۱۴۰
۳۶	دل دستگیر حلقۂ زلفِ دوتائے اُوست	۱۰۴	۵۸	ستمگر اسر نعشم گذر دریغ مدار	۱۴۱
۳۷	حُسنِ جہاں ز حُسنِ رُخِ دلربائے اوست	۱۰۵	۵۹	دارد دلِ دیوانہ ام سودای لیلائے دگر	۱۴۳
۳۸	کسیکہ سرِّ نہانست در علن ہمہ اوست	۱۰۷	۶۰	میکند با من دلم ہر لحظہ اظہارے دگر	۱۴۴
۳۹	اے دیدہ چہ اندر نظرت آمد و رفت	۱۰۹	۶۱	ہر چہ از سحر و فسوں اندر جہاں می بینمش	۱۴۵
۴۰	اے دیدہ ندیدی چہ برت آمد و رفت	۱۱۰	۶۲	انچہ او صبح ست از زردی بتاں می بینمش	۱۴۶
۴۱	از عتابِ تو بجانم چہ بلا آمد و رفت	۱۱۱	۶۳	آنکہ بُد سرِّ نہاں نور عیاں می بینمش	۱۴۸
۴۲	دلار بودنِ گوئے خدائی آساں نیست	۱۱۲	۶۴	مست گشتم از دو چشمِ ساقی پیمانہ نوش	۱۴۹
۴۳	آنکہ بر در گہش نیاز من ست	۱۱۵	۶۵	پرتوِ مہر قدیمست این مہِ تابانِ عشق	۱۵۱
۴۴	دیدہ بازی نہ ہمیں دیدۂ حیرانم سوخت	۱۱۷	۶۶	باز بر تختِ دلم شد جلوہ گر سلطانِ عشق	۱۵۴
۴۵	مہر رویت نہ ہمیں دیدۂ حیرانم سوخت	۱۱۸	۶۷	جلوہ گاہِ ذات بیں در منظرِ ایوانِ دل	۱۵۶
۴۶	کافرِ عشق ز رسم و رہِ ایماں برگشت	۱۲۰	۶۸	در راہ حق اندیشی میپوییم و میرقصم	۱۵۷
۴۷	مبارک بادت اے دل گشت بنیاد دیدہ کورت	۱۲۱	۶۹	وی نظارۂ روی تو ای یار آرزو دارم	۱۵۸

نمبرشمار	عنوان	صفحہ نمبر
۷۰	نہ انکارم ز اغیارست نی یار آرزو دارم	۱۵۹
۷۱	ما جانِ خود بدلبر جانانہ دادہ ایم	۱۶۱
۷۲	ہوائے سیرِ گُل دیدن ندارم	۱۶۲
۷۳	ز روے حسرتِ دیدن ندارم	۱۶۳
۷۴	الا یا ایہا الساقی بدہ جامِ مئے نابم	۱۶۴
۷۵	جاناں بغم روے تو اندر تپ و تابم	۱۶۶
۷۶	ز جادوی نگاہ دیدۂ آں یار مخمورم	۱۶۸
۷۷	بطون حق مبطّن دان بجانِ جان پنہانم	۱۶۹
۷۸	درآمد بر سرم ناگہہ شب آن شمع شبستانم	۱۷۲
۷۹	عاشقِ بیخبر منم من نمنم نہ من منم	۱۷۴
۸۰	من نمنم نہ من منم من نمنم نہ من منم	۱۷۶
۸۱	چون یار ببزم آمدہ پوشیدہ نقابم	۱۷۷
۸۲	باہمہ خوبروئیم عاشقِ روے کیستم	۱۷۹
۸۳	بیچون و بیچگونم عنقائے قافِ قدسم	۱۸۰
۸۴	من آن نورم کہ اندر لامکان موجود بودستم	۱۸۵
۸۵	ای طالباں ای طالباں من باشما ہر جاستم	۱۸۷
۸۶	تنہا نہ چاک زد جگر یانم ایں چنیں	۱۹۰
۸۷	محوِ نظارۂ رُخ جانانم ایں چنیں	۱۹۱
۸۸	خُدارا اے صبا بگذر بسوے خاکسارِ من	۱۹۳
۸۹	گلے نشگفت جز داغ جگر بر شاخسار من	۱۹۵
۹۰	دی خراماں میگذشت آں یار خوش رفتارِ من	۱۹۶
۹۱	دی درآمد بر سرم آں ساقی سرشارِ من	۱۹۷
۹۲	سرِّ حق پنہانست اندر معنی اسرارِ من	۱۹۸

نمبرشمار	عنوان	صفحہ نمبر
۹۳	نیست جز آہنگِ عشق آوازِ موسیقارِ من	۲۰۱
۹۴	اسیرِ عشق مفتونست و مجنون	۲۰۲
۹۵	مریض العشق مفتوں و مجنون	۲۰۳
۹۶	شاہِ عشق آمد و شد تخت نشینِ برمنِ	۲۰۴
۹۷	عیدست ساقیا درِ میخانہ باز کن	۲۰۵
۹۸	من پاک بازِ عشقم دوق فنا چشیدہ	۲۰۶
۹۹	اے عکس نماے تو ہر ذرّہ چو آئینہ	۲۱۰
۱۰۰	ای جلوہ گہہ رویت ہر وجہے و ہر روئے	۲۱۰
۱۰۱	گر بر سرِ بالینم نازاں بخرام آئی	۲۱۱
۱۰۲	سزد آنکہ دم زنم من زکمال کبریائی	۲۱۲
۱۰۳	بربود ز دست ایں دلم اعجاز نگاہے	۲۱۳
۱۰۴	از خلق جدا ہستی و ہم در ہمہ ہائی	۲۱۶
۱۰۵	اے دل تو چنیں در شغب و شور چرائی	۲۱۸
۱۰۶	بر چہرۂ تو نقاب تا کے	۲۲۰
۱۰۷	ندانم کیستم مارا چہ نامے	۲۲۱
	مستزاد:-	
۱۰۸	اے دوست ببیں در ہمہ سو روئے خدارا	۲۲۳
۱۰۹	در کسوت نو آمدہ آن دلبرِ زیبا	۲۲۴
۱۱۰	سرِّ خفی از مطلعِ انوار برآمد	۲۲۶
۱۱۱	خود تاج بسر صورت شاہانہ برآمد	۲۲۸
۱۱۲	چوں دیدو لم در کف او رنگ حنارا	۲۲۹
	تالیفات ڈاکٹر میرزا اختیار حسین	۲۳۲
	جماعت کی دیگر کتابیں	۲۳۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیہ

صوفیائے کرام کی دینی خدمات اور تبلیغی کاوشیں ہماری دینی وثقافتی تاریخ کے سنہرے باب ہیں۔ ان بوریا نشین اور گدڑی پوش درویشوں نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے جو تخت نشین بادشاہوں کے زر و جواہر اور آہن پوش سورماؤں کے تیر و تفنگ نہ کر سکے۔ وہ زمین اور ملک فتح نہیں کرتے تھے بلکہ لوگوں کے قلوب مسخر کرتے تھے۔ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ وہ دراصل اخلاقِ محمدیؐ کا زندہ پیکر اور حق وصداقت کا جیتا جاگتا نمونہ تھے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ صرف مسلم ہی نہیں غیر مسلم مؤرخین بھی اسکے معترف ہیں۔

ایسے ہی ایک صوفی باصفا قطب عالم مدار اعظم حضرت شاہ نیاز بے نیاز رحمتہ اللہ علیہ بارہویں صدی ھجری میں آسمان ولایت پر آفتاب بن کر چمکے اور دیکھتے ہی دیکھتے تمام بلادھند سمرقند و بخارا، افغانستان کو روشن کر دیا۔ لاکھوں کی تعداد میں آپ کے مرید اور خلفا اطراف جہاں میں پھیل گئے اور تبلیغ دین میں مصروف ہو گئے۔ آپ کی شخصیت ایسی نہیں کہ مجھ ایسے ھیچ مداں کے تعارف کی محتاج ہو۔ طریقت کی دنیا میں آپ آفتاب کی حیثیت رکھتے ہیں جس کی درخشانی سے جہانِ عرفان و آگہی روشن و تاباں ہے ساتھ ہی علم و ادب خصوصاً شاعری کی انجمن میں بھی اس چراغ کی روشنی کم نہیں۔

آپ کی تصنیفات، علمی، دینی، قومی اور ملی خدمات بے شمار ہیں جن کا ذکر تفصیلی کتابوں میں موجود ہے۔ آپ کے مفصل کوائف اور سوانح حیات ''مخزن الخزائن'' کے نام سے طبع ہو چکی ہے جو پروفیسر عبد الغنی نیازی مرحوم و مغفور کی ترتیب کردہ ہے۔ پروفیسر صاحب موصوف حضرت شاہ مرتضیٰ حسین جبلپوری ثم لکھنوی خلیفہ اجل شاہ محی الدین احمد قادری چشتی نیازی نظامی سہروردی نقشبندی (قدیمہ) کے اجازت یافتہ تھے۔

یہ آپ کا تذکرہ یا سوانح حیات نہیں ہے۔ محض بطورِ تعارف یہ چند سطور لکھی گئی ہیں۔ آپ ایک عالمِ بے بدل، صوفی بے مثال تو تھے ہی لیکن ایک قادر الکلام شاعر اور بے مثل ادیب بھی تھے۔ جس کا ثبوت نثر میں آپ کی متعدد تصانیف اور نظم میں ایک دیوان ہے۔ آپ کا کلام عربی، فارسی، اردو اور ھندی چاروں زبانوں میں ہے۔ کلام کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ آپ

کے دیوان کے ۲۴-۲۵ ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ شاعری کی دنیا میں آپ کا ایک منفرد مقام ہے۔ صوفیائے کرام کی کوئی بھی محفل ہو۔ آپ کا کلام ہر جگہ بہت ذوق وشوق سے سنا جاتا ہے۔ آپ کے کلام کے مطالعہ سے قبل یہ جان لینا بہت ضروری ہے کہ آپ توحید وجودی کے قائل تھے اور یہ رنگ آپ کے کلام پر چھایا ہوا ہے۔ اردو اس زمانہ میں اتنی ترقی یافتہ نہیں تھی۔ پھر بھی آپ کا کلام اردو میں بھی خاصا ہے اور زبان کے لحاظ سے بھی اپنے ہم عصروں میں ممتاز ہے۔ اصل جوہر آپ کی فارسی شاعری میں نمایاں ہے۔ فارسی اس زمانہ میں سرکاری اور مجلسی زبان تھی۔ شعر وادب کے حوالہ سے خاص طور پر اردو کے دامن میں اس وقت تک اتنی وسعت نہیں تھی کہ اعلیٰ اور بلند تخیلات کو سمیٹ سکے۔ اس لئے بیشتر ادیب اور دانشور فارسی ہی کو اپنے اظہار کا ذریعہ بناتے تھے۔

موجودہ زمانہ میں برصغیر میں فارسی کی اہمیت نہیں رہی۔ سرکاری زبان یہاں انگریزی ہوگئی اور اردو نے بھی خاطر خواہ ترقی کر لی جو عوام کا ذریعہ اظہار بن سکے چنانچہ جتنا بھی کلاسیکی ادب تھا، آہستہ آہستہ اسکے اردو ترجمے ہوتے گئے۔ دینی ادب بھی جو پہلے عربی اور فارسی زبانوں تک محدود تھا رفتہ رفتہ اردو میں منتقل ہوتا رہا اور اب بھی یہ رجحان قائم ہے۔ ضرورت کا تقاضہ بھی یہی تھا چنانچہ اب فارسی جاننے والے خال خال نظر آتے ہیں اور آنے والے دنوں میں جب یہ پرانی نسل آہستہ آہستہ قصہ پارینہ بن جائے گی تو اتنا کچھ بھی باقی نہیں رہے گا لیکن بہرحال یہ حقیقت تسلیم کرنا پڑے گی کہ اردو کے اعلیٰ ادب کو سمجھنے کے لئے فارسی کی اہمیت کم نہیں ہوئی۔ اہل دانش جانتے ہیں کہ فارسی کے بغیر اردو میں وہ توانائی ممکن نہیں جس کو ایک زندہ زبان کی ضرورت ہوتی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ بغیر فارسی اور عربی کے اردو مفلس ہوگئی ہے۔ اردو کا کوئی ادب پارہ دیکھ لیجئے خواہ وہ افسانہ ہو یا تنقید۔ نظم ہو یا نثر۔ نصف سے زیادہ اسمیں فارسی کے الفاظ ملیں گے یا کچھ عربی کی آمیزش ہوگی۔ اکثر تو ایسا ہوتا ہے کہ افعال کے علاوہ پوری عبارت فارسی میں ہوتی ہے۔

حضرت شاہ نیاز بریلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسا کہ کہا گیا ایک جید عالم اور محقق و بلند پایہ صوفی تھے۔ اس زمانہ کے ماحول کے مطابق آپ کی جتنی نثری تصانیف ہیں، سب کی زبان فارسی ہے۔ جس میں کہیں کہیں عربی کی آمیزش بھی ہے۔ منظوم کلام میں بھی فارسی کا حصہ زیادہ ہے۔ نہ صرف زیادہ بلکہ معنویت کے لحاظ سے زیادہ وقیع اور بلیغ ہے اور اپنے دامن میں وسیع

معانی کو سمیٹے ہوئے ہے۔ کوئی بھی صاحبِ فہم آپ کا اردو اور فارسی کلام پڑھ کر اسکا اندازہ کر سکتا ہے۔ موجودہ نسل کے لوگ تبرکاً آپ کا کلام سن تو لیتے ہیں لیکن اسکی گہرائیوں تک پہنچنا زبان کی نافہمی یا کم فہمی کی وجہ سے ممکن نہیں ہوتا۔

یہی سبب ان سطور کی تحریر کا محرک ہوا۔ خیال ہوا کہ ہمارے بچے اور آئندہ نسل کے لوگ شاید دیوان کو طاق پر رکھ کر صرف زیارت کر لیا کریں گے۔ تو جس حد تک ممکن ہو برا یا بھلا اس کا ترجمہ کر لیا جائے۔ یقیناً اصل زبان کی لذت اور چاشنی تو اسمیں نہیں ہوگی اور نہ ہوسکتی ہے بہر حال کام و دہن کی کچھ آسودگی ہو جائے گی۔ اہل علم و دانش اچھی طرح جانتے ہیں کہ ترجمہ کسی زبان کا بھی ہو کبھی اصل کا بدل نہیں ہوسکتا۔ ہر زبان کی خود اپنی کچھ خصوصیات ہوتی ہیں+ اپنا مزاج ہوتا ہے۔ جن کو کسی بھی دیگر زبان میں منتقل نہیں کیا جا سکتا۔ ذہنوں کو محض اس مفہوم سے آشنا کرانا ہوتا ہے۔ خصوصاً اشعار کا ترجمہ بوجوہ مزید مشکلات کا باعث ہوتا ہے۔ وہ بلاغت جو کسی شعر کی خصوصیت ہوتی ہے کسی دوسری زبان میں کسی طرح نہیں آسکتی۔ چنانچہ یہ توقع کرنا کہ پورا شعر اپنے مکمل خد و خال کے ساتھ اردو ترجمہ میں موجود ہے، صحیح نہیں۔ مقصد صرف مفہوم کو ذہنوں تک پہنچانا ہوتا ہے۔

ایک بات اور ذہن میں رکھنا چاہیئے کہ حضرت شاہ نیازؒ ایک دانشور ادیب، ایک پختہ کار شاعر اور صاحبِ حال بزرگ تھے۔ لیکن ان کی ولایت کا درجہ سب پر حاوی تھا۔ وہ ولی پہلے تھے اور ادیب و شاعر بعد میں۔ ان کے اشعار بعض اوقات ان کی درونی کیفیات اور کسی خاص جذبہ یا ''حال'' کی مغلوبیت کے عکاس ہوتے ہیں۔ ان کی ترجمانی کسی اور کی زبانی کسی طرح ممکن نہیں۔ کیفیاتِ قلبی کو جو اشعار میں ڈھل کر زبان سے نکلی ہیں ترجمہ کی گرفت میں لانا حال کو قال میں قید کرنا ہے۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے خوشبو کو مٹھی میں بند کرنے کی کوشش کی جائے۔ خوشبو صرف پھولوں میں ہی اچھی لگتی ہے۔ اس کو پھولوں سے الگ کر کے دیکھنا اس کی لطافت و نزاکت کو مجروح کرنا ہے۔ بہر حال ضرورت کے تقاضے اپنی جگہ ہیں۔ اس گلشن بہار آفریں میں حالات کے تحت ہر شخص اگر نہیں پہنچ سکتا تو اس کی شامہ نواز نگہتوں سے اسکو محروم رکھنا ظلم ہے۔ اس جذبے کے تحت یہ سطور لکھی گئیں۔ آپ نے اکثر مقامات پر خصوصی اشغال و اذکار کی طرف اشارے کیے ہیں یا خصوصی تعلیمات کنایتاً بیان فرمائی ہیں تو وہاں تک جب تک خود کی رسائی نہ ہو صحیح معنوں میں اس سے لطف و انبساط نہیں حاصل کیا جا سکتا۔ آپ کا کلام تعلیمات کا ایک نادر

خزانہ ہے ایک مہکتا ہوا چمن ہے، جو ابدی اور دائمی بہاروں اور جاں پرور فضاؤں کے ساتھ قلب و روح کے لیے وجہ آسودگی ہے جو طالبان حق کے لیے معشوق حقیقی کے قرب و دیدار کا ایک ابدی پیغام ہے۔

یہاں ایک اعتراف بہت ضروری ہے کہ میں نہ فارسی کا عالم ہوں نہ صحیح معنوں میں اردو کا ماہر۔ نہ پختہ کار شاعر اور نہ ہی صاحب حال صوفی۔ ایسے بزرگ کے اعلیٰ اور اچھے ترجمہ کیلئے یہ سب اوصاف ہونا ضروری ہیں۔ مجھ ایسے شخص کے لئے اتنا بڑا قدم اٹھانا بڑی جرأت کا کام ہے۔ اپنی علمی کم مائیگی کے باعث مجھے یقین ہے کہ بعض مقامات پر میں صحیح طور پر اپنے فرض سے عہدہ برآ نہ ہو سکا ہونگا اور ترجمہ میں نقص اور لغزش کا امکان بہر حال موجود ہے بلکہ بعض مقامات پر مجھے خود محسوس ہوا کہ میں الجھ گیا ہوں۔ بس یوں سمجھ لیجئے کہ خانہ پری والی بات ہے چونکہ اسکی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی اور کوئی زیادہ باصلاحیت فرد اس ذمہ داری کے بوجھ کو اٹھانا نہیں چاہ رہا تھا تو میں نے ہی اپنے آپ کو آمادہ کر لیا کہ ''کچھ نہ ہونے سے کچھ ہونا'' اچھا ہے۔

نہیں کہا جا سکتا کہ درست طور پر اس فرض کو پورا کر سکا ہوں یا نہیں۔ اس لئے اہل علم و دانش خصوصاً غواصانِ بحر طریقت سے میری استدعا ہے کہ میری کمزوری کو مدنظر رکھیں۔ بجائے اعتراض کے اگر میری اصلاح کی کوشش اور میری فہم کی نارسائی کی نشاندہی کریں تو میں احسان مند ہونگا۔

ایک ضروری بات اس ضمن میں اگر نہ کہوں تو بات تشنہ رہ جائے گی۔ مجھے خود دیوان کے ترجمہ کا خیال تو ضرور تھا لیکن ہمت نہیں پڑتی تھی۔ ایک دن گفتگو کے دوران یاران طریقت جناب ڈاکٹر محمد مقبول صاحب، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی اور پروفیسر محمد مظہر صاحب، ایم ایس سی نے بھی اس ضرورت کا ذکر کیا کہ اگر ایسا ہو جائے تو بڑا اچھا ہے۔ ڈاکٹر صاحب یونیورسٹی سے منسلک تھے اور خانقاہ عالیہ اقبالیہ نیازیہ کے سجادہ نشین ہیں۔ اسی طرح پروفیسر صاحب موصوف محکمہ تعلم و تعلیم سے تعلق رکھتے ہیں اور خانقاہ وکیلیہ نیازیہ کے سجادہ نشین ہیں۔ گویا یہ دونوں حضرات دینی اور دنیاوی علوم سے آراستہ ہیں اور شاہراہ سلوک و طریقت کے بھی مسافر ہیں۔ ان حضرات کی یاد دہانی نے میری خواہش پر مہمیز کا کام کیا۔ اس لحاظ سے ان حضرات کا ممنون ہوں کہ اس بڑی سعادت کے حصول کا موقع مجھے مل سکا۔ پہلے ایڈیشن کی طباعت و اشاعت میں

ان حضرات نے مالی معاونت سے بھی سرفراز کیا تھا۔اس ترجمہ کی پذیرائی جس طرح ہوئی وہ بہت حوصلہ افزا ہے۔مقبولیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ بہت جلد دوسرے ایڈیشن کی نوبت آ گئی اور اب یہ دوسرا ایڈیشن حاضر ہے۔

ان سطور کے متعلق یہ عرض کر دوں کہ میں نے آسان اور با محاورہ اردو میں لکھنے کی حتی الامکان کوشش کی ہے۔ زیادہ با محاورہ زبان استعمال کی جاسکتی تھی لیکن خدشہ تھا کہ میں نفس مضمون سے دور نہ ہوجاؤں اس لیے اس ضمن میں زیادہ کوشش نہیں کی ترجمہ کے دوران مجھے محسوس ہوا کہ یہ کام اتنا آسان نہیں ہے۔ کلام کی بلاغت اور معنویت تک پہنچنا ممکن نہیں۔ پہلے میں نے ارادہ کیا کہ اس کا ترجمہ بھی اگر منظوم ہوسکے تو اچھا ہے۔ بلکہ میں نے اس کا تجربہ بھی کیا۔لیکن جب نظر ثانی کی تو خود میں بھی اسے پسند نہیں کرسکا۔ میرے ذہن نے یہ تسلیم کرلیا کہ یہ میری استعداد سے باہر ہے۔ اس کے لیے شعر گوئی میں زیادہ فنی شعور اور اظہارِ خیال میں زیادہ استعدادِ علمی کی ضرورت ہے جو مجھے اعتراف ہے کہ مجھ میں اس حد تک نہیں ہے۔اس لیے نثری ترجمے کو غنیمت جانا۔ بریکٹ کے اندر کی تحریریں میری ہیں۔ اپنی فہم کے مطابق کہیں کہیں ضروری حواشی دیئے ہیں۔ یہ حواشی میرے خود کے ہیں اور تشریحات بھی میری عقل کے مطابق ہیں اسلئے ان میں اگر کچھ غلطیاں یا خامیاں نظر آئیں تو وہ میری ذاتی ہیں۔ صاحب دیوان سے اسکا کوئی تعلق نہیں۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ دعائے خیر میں یاد رکھیں۔

ایک ضروری عرض یہ ہے کہ میں نے جو ترجمہ کیا تھا وہ دیوان کے اس نسخہ سے کیا تھا جو میرے پاس تھا۔ بعد میں وہ نسخہ مجھے دستیاب ہوا جو خانقاہ بریلی شریف سے زیر نگرانی حضرت شبو میاں مدظلہ شائع ہوا ہے۔ مقابلہ سے معلوم ہوا کہ اس میں کافی غلطیاں ہیں۔ چنانچہ موجودہ اشاعت میں اس کی تصیح کر لی گئی ہے۔ ترجمہ میں کچھ خامیاں نظر آئیں ان کو بھی درست کرلیا گیا ہے۔ کہیں کچھ تشریحات میں بھی اضافہ کیا گیا ہے۔

ضرورتاً مندرجہ ذیل سطور کا اضافہ بعد میں کیا گیا۔ اپنی پچھلی تالیف ''معرفت نامے'' میں میں نے اپنی تعلیمات کے بارے میں عرض کیا تھا کہ میری معلومات کا مصدر و محور میرے پیر و مرشد اور والد گرامی حضرت شاہ مرتضٰی حسینؒ کی ذاتِ گرامی ہے جو حضرت شاہ میرزا آغا محمد خلیفہ اجل حضرت تاج الاولیا بریلویؒ کے جانشین اور حضرت سراج السالکین شاہ محی الدین احمد قدس سرہ العزیز کے خلیفہ اجل تھے۔ حضرت سراج السالکینؒ شاہ نیاز احمدؒ کے جانشین دوم تھے۔

یہ حقیقت بھی ہے۔ لیکن یہ احسان فراموشی اور ناشکر گزاری ہوگی اگر میں اِن حضرات کی عنایات بے غایات کا اظہار نہ کروں جن کے ابرکرم کے چھینٹے میری کشتِ حیات کی شادابی کا باعث بنے۔ تفصیل کا بار یہ مختصر صفحات نہیں اُٹھا سکتے۔ مختصراً بطورِ نیاز مندی اِس کا اظہار ضروری ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اِن تمام حضرات کا فیض ہے جو میں یہ سطریں لکھنے کے قابل ہوا ورنہ

کہاں یہ مسائل تصوف کہاں یہ بیان غالبؔ

اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ مرتضیٰ حسین کے وصال کے بعد میں خانقاہ نیازیہ بریلی حاضر ہوا اور حضرت شاہ محمد تقی عرف عزیز میاں قدس سرہ العزیز کی قدمبوسی کا شرف حاصل کیا۔ آپ کی نوازشیں بے پایاں تھیں۔ باوجود نااہلی وہاں سے خلافت و اجازت سے نوازا گیا۔ وہاں کے صاحبزادگان اور اہل خاندان سے فیض صحبت رہا۔ آپ کے بعد آپ کے جانشین حضرت شاہ حسن سجادؒ سے فیض پایا۔ آپ کے موجودہ جانشین حضرت حسنی میاں سلمہ اللہ تعالیٰ بھی مجھ پر بہت عنایت فرماتے ہیں۔ دُعا ہے کہ یہ میخانہ یونہی قائم رہے اور شرابِ معرفت کے جام یونہی گردش میں رہیں۔ وہاں حضرت محبوب میاںؒ، حضرت جعفر میاںؒ، حضرت نصیر میاں، حضرت عابد میاںؒ۔ یہ تمام حضرات مجھ پر کرم فرماتے رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام حضرات اپنی جگہ علم کے آفتاب اور سخاوت کے دریا تھے۔

اس کے علاوہ وہاں کے متعدد خلفا کی پابوسی کا شرف حاصل ہوا۔ جن کے انوار و برکات سے میں مستفیض ہوا۔ اس لیے کہ یہ سب میرے ''بڑے'' تھے۔ ان کے سامنے میرا ہاتھ پھیلا ہی رہا اور ان حضرات کی دریا دلی نے کبھی مجھے مایوس نہیں کیا۔ حضرت شاہ سیّد فتح محمد اجمیریؒ، حضرت شاہ سیّد محمد یحییٰ بھوپالیؒ، حضرت شاہ قاری مظہر میاں فتح پوریؒ، حضرت شاہ محمد عبدالرؤف اللہ آبادیؒ، حضرت شاہ مولانا سیّد عبدالقادر نیازیؒ۔ ان تمام حضرات کی قدمبوسی کا اعزاز مجھے حاصل ہوا۔ زیارت کا شرف زندگی میں کئی بزرگوں کا ہوا کہ یہ بھی عبادت سے کم نہیں اور یہ بھی میرے لیے سعادت ہے۔

میں نے اِن حضرات سے کچھ پایا ہو یا نہ پایا ہو۔ کیوں کہ لینے کے لیے کشکول میں وسعت بھی چاہیے لیکن یہ جانتا ہوں کہ عطار کی دکان پر جانے سے وہاں کی کچھ خوشبوئیں ضرور ساتھ آجاتی ہیں۔ شیخ سعدی کا یہ خوبصورت قطعہ قابل مطالعہ ہے۔

گِلے خوشبوئے درحمام روزے رسید از دست محبوبے بدستم

بد و گفتم کہ مشکی یا عبیری — کہ از بوئے دلآویز تو مستم
بہ گفتا من گلے نا چیز بودم — ولیکن مدتے باگل نشتم
جمالِ ہم نشیں درمن اثر کرد — وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

(ایک دن دوست کے ہاتھوں حمام کی خوشبو دار مٹی مجھے ملی۔ میں نے اس مٹی سے پوچھا کہ تو مشک ہے یا عبیر کہ تیری خوشبو سے میں مست ہو رہا ہوں۔ اس نے جواب دیا کہ میں تو ناچیز مٹی تھی لیکن ایک عرصہ تک پھول کی صحبت میں رہی ہوں۔ اس ساتھی کی صحبت سے اس کے جمال کا اثر مجھ پر بھی پڑا ورنہ میں تو وہی ایک ناچیز مٹی ہوں جو تھی۔)

نوٹ:۔ یاد رہے کہ یہ دیوان کی مکمل شرح نہیں ہے۔ بیشتر اشعار کا صرف ترجمہ دیا گیا ہے۔ محض چند اشعار کی تشریحات ہیں جو مجھے اپنے خیال کے مطابق توضیح طلب نظر آئیں۔

سپاس گذاری:۔ اس ایڈیشن کی طباعت و اشاعت کے جملہ اخراجات عزیزہ شہلا سلمہا نے برداشت کیے ہیں۔ جو امریکہ میں اپنے شوہر کے ساتھ مقیم ہیں۔ یہ میری ایک پھوپی زاد بہن کی نواسی ہیں۔

کمپوزنگ اور طباعت کے دیگر صبر آزما مراحل حسب دستور عزیزی رفیق اللہ عرف رضی انصاری کے ہاتھوں طے ہوئے ہیں۔ تقریباً میری ہر کتاب کمپوزنگ اور طباعت کے حوالے سے ان کی مساعی جمیلہ کی مرہون منت ہے۔ وہ میری ایک دوسری پھوپی زاد بہن کے نواسے ہیں۔ اس طرح نانا کے خیالات کو ان دونوں بچوں کے تعاون نے اس کتاب کی شکل بخشی۔ بچوں کے لئے شکر گذاری کا لفظ مناسب نہیں۔ ان لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعاؤں کا ضرور طالب ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو دین و دنیا میں سرخرو رکھے اور مراتب اعلیٰ سے نوازے۔

خاکپائے فقرائے کرام۔ سگ درگاہ نیازیہ۔ ڈاکٹر میرزا اختیار حسین
المتخلص بہ کیف نیازی ۲۰۰۷ء